کرجاتے یا فناز میں اس کی تلاوت کرتے تو تلاوت آیات کے فریضہ کی ادائیگی بس اسی سے ہو جاتی تزکیۂ نفوس کے لیے بڑی محنت و کاوش درکار ہے۔ تلاوت آیات کے ساتھ ساتھ نبی امت کے سامنے اپنی عملی زندگی اور سیرت و کردار کا نمونہ بھی پیش کرتا ہے اور اس طرح اس کی حیات طیبہ لوگوں کو اخلاق قبیحہ اور کفر و شرک کی آلودگیوں سے پاک کرنے میں بڑی حد تک مدد دیتی ہے یہ تزکیۂ نفوس کا فریضہ ہے۔

تعلیم کتاب

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تیسرا فرض منصبی تعلیم کتاب ہے اور اسی کے پیش نظر حضور معلم اعظم کے منصب عالی پر بھی فائز تھے۔ ظاہر ہے کہ تعلیم کتاب تلاوت سے مختلف ہے ورنہ دونوں کو الگ الگ ذکر کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ خصوصاً اس کتاب میں جو چودہ صدیوں سے فصاحت و بلاغت کے بلند ترین مقام کی حامل رہی اور کائنات ارضی کے ادباء و بلغاء کو دعوت "ھل من مبارز" (کوئی میدان میں کودنے والا ہے) دیتی چلی آئی ہے، جس کا ایک لفظ تو کیا ایک شوشہ بھی معنویت و مقصدیت سے خالی نہیں۔

تلاوت اور تعلیم کتاب کے دونوں فرائض میں اس لیے بھی فرق و امتیاز پایا جاتا ہے کہ تعلیم کتاب کا ذکر تلاوت کے بعد کیا گیا ہے۔ وحی کے الفاظ سنا دینے سے تلاوت کا فرض ادا ہو جاتا ہے مگر تعلیم کا فرض ہنوز باقی رہتا ہے۔ کتاب کی تعلیم کے معنی تلاوت کی طرح کتاب کے الفاظ کا سنا دینا یا پڑھا دینا یا دوسروں کو یاد کرا دینا نہیں بلکہ الفاظ قرآنی کی تلاوت کے بعد جو آپ کا پہلا کام تھا اس کے مشکل مطالب کو حل کرنے، مجمل معانی کو سمجھانے اور اپنی زبان اور عمل سے ان کی شرح و تفصیل کر دینے کا نام تعلیم کتاب ہے۔ یہ آپ کا تیسرا فریضہ تھا۔ آپ کی اسی زبانی و عملی شرح و تفصیل کو صحابہ اور تابعین نے اپنی روایت و عمل کے ذریعہ سے محفوظ رکھا اور وہ احادیث و سنن کے نام سے موسوم ہے۔

تعلیم حکمت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چوتھا فریضہ حکمت سکھانا ہے۔ حکمت کی تفسیر و توضیح میں اہل لغت اور مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔

○ مشہور لغوی ابن درید کا قول ہے کہ:۔

"ہر وہ بات جو مجھے نیکی کی دعوت دے اور برائی سے روکے حکمت ہے" [۱]

○ جوہری لکھتے ہیں:۔

"حکمت علم اور حکیم عالم کو کہتے ہیں" [۲]

○ صاحبِ لسان العرب فرماتے ہیں:۔

"بہترین چیز کو بہترین علم کے ذریعے حاصل کرنے کو حکمت کہتے ہیں" [۳]

○ امام مالکؒ کا قول ہے:۔

"دین کا فہم و ادراک اور اس کی پیروی حکمت ہے۔" [۴]

○ امام شافعی فرماتے ہیں:۔

"میں نے قرآن کے ان علماء سے سنا جن کو میں پسند کرتا ہوں کہ حکمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا نام ہے اور آپؐ کی سنت وہ حکمت ہے جو آپؐ کے دل میں خدا کی طرف سے ڈالی گئی" [۵]

ائمہ لغت اور علمائے قرآن کے مذکورہ صدر اقوال سے یہ حقیقت اجاگر ہوتی ہے کہ یہ سب اقوال ایک ہی مفہوم کی مختلف تعبیریں اور ایک ہی حقیقت کی متعدد تفسیریں ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال جن کے اصطلاحی نام احادیث و سنن ہیں۔ کتاب الٰہی کی عملی و زبانی تشریحات ہیں۔ کتابِ الٰہی وحیِ ربانی ہے اور احادیث و سنن سنیۂ نبوی کی الہامی حکمتوں کی ترجمان ہیں۔

---

[۱] جمہرۃ اللغۃ لابن درید

[۲] صحاح اللغۃ ج ۲ ص ۲۷۶

[۳] لسان العرب ج ۱۵ ص ۳۰

[۴] تفسیر ابن جریر

[۵] الرسالۃ للشافعی ص ۲۸-۲۴

امام المفسرین ابن جریر طبری اختلافی اقوال کو نقل کرنے کے بعد آخری فیصلہ یہ صادر کرتے ہیں :-

"ہمارے نزدیک صحیح بات یہ ہے کہ حکمت ان احکامِ الٰہی کے علم کا نام ہے جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریحات سے معلوم ہوتے ہیں" [1]

خلاصۂ بحث یہ ہے کہ حکمتِ نبویؐ وہ نورِ نبوّت اور الہامی معرفت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ مبارک میں ودیعت کیا تھا اور چونکہ آپؐ کے سنن و اقوال آپؐ کی اسی ودیعت شدہ حکمتِ نبوی کی پیداوار اور آثار و نتائج ہیں ۔ اس لیے ان پر بھی حکمت کا اطلاق درست ہے ۔ اس لیے یہ بات صاف ہو گئی کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کتاب کے بعد آخر کس حکمت کی تعلیم دیتے تھے ؟ ظاہر ہے کہ جس حکمت کی تعلیم آپؐ دیتے تھے وہ خود آپؐ کے سینہ میں موجود اور محفوظ تھی ۔ جو چیز انسان کے پاس نہ ہو وہ دوسروں کو کیا بخش سکتا ہے اگرچہ اس حکمت کا اصلی سرچشمہ سینۂ نبوت تھا لیکن یہ فیض حسبِ استعداد پیغمبر کی اتباع میں دوسروں کو بھی ملتا ہے ۔ جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ وہ سچی اور صحیح بات کو بہت آسانی سے سمجھ لیتے، قبول کرتے اور اس پر عمل کرتے ہیں ۔ یہ حکمت ہر نیکی کی جڑ اور ہر بھلائی کی اصل ہے ۔ پھر اس سے بڑھ کر دنیا میں اور کیا دولت ہو سکتی ہے ؟ اس لیے قرآن کریم میں فرمایا :

وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا

جس کو حکمت دی گئی اس کو بہت نیکی دی گئی ۔ [2]

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض چہارگانہ کی تفصیلات کے بعد سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ نے ان کی ادائیگی اور معلّمِ اعظم کے منصبِ جلیل کی کٹھن ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے سلسلہ میں کیا قدم اٹھایا ؟ اور اس ضمن میں کون سی مساعیٔ جمیلہ انجام دیں ۔ اس کا جواب مندرجہ ذیل حقائق سے ملے گا ۔

---

[1] تفسیر ابن جریر

[2] بقرہ : ۲۶۹

علم ظہورِ اسلام سے قبل و بعد

ظہورِ اسلام سے قبل عربوں میں علم کا ذوق و شوق تو کجا شرفاء میں لکھنے پڑھنے کو عیب سمجھا جاتا تھا۔ پڑھے لکھے آدمی خال خال نظر آتے تھے۔ مؤرخ بلاذری کے بیان کے مطابق مکہ کے شہر میں کل سترہ آدمی لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ اسلام آیا تو مسلمانوں کا ایک ایک گھر تفسیر، حدیث اور فقہ کا دار العلوم بن گیا۔ اسلامی رو سے یہ ضروری قرار دیا گیا کہ ہر جماعت اور ہر قبیلہ میں کچھ ایسے لوگ موجود ہوں جو تعلیم و تبلیغ کا فرض انجام دے سکیں۔

خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے عازم مدینہ ہوئے تو سراقہ نامی ایک کافر نے انعام کے لالچ میں آپؐ کا تعاقب کیا مگر آخر کار امان طلب کی۔ سفرِ ہجرت میں حضرت ابوبکرؓ کے علاوہ ان کے آزاد کردہ غلام عامر بن فہیرہ بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ انہوں نے امان نامہ لکھا۔ یہ واقعہ اس امر کی روشن دلیل ہے کہ دورانِ سفر بھی لکھنے پڑھنے کا سامان ساتھ رہا کرتا تھا۔

قرآنِ مجید میں فرمایا:۔

> "اور سب کے سب مسلمان تو سفر کر کے (مدینہ) نہیں آ سکتے۔ اس لیے ہر قبیلہ سے ایک گروہ کو آنا چاہیے تاکہ وہ علم دین حاصل کریں اور واپس جا کر اپنی قوم کو ڈرائیں شاید یہ لوگ بری باتوں سے بچیں۔" [۱]

عہدِ رسالت میں اشاعتِ علم

مذکورہ صدر آیت کے پیشِ نظر چونکہ مقصد یہ تھا کہ ایک ایسی جماعت تیار کی جائے جو نہ صرف شریعت کے اوامر و نواہی سے واقف ہوں بلکہ شب و روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہنے سے تمام تر اسلامی رنگ میں ڈوب جائے جس کی گفتار و کردار، طبیعت نشست و برخاست، قول و عمل ایک ایک چیز نورِ نبوت کے پرتو سے منور ہو تاکہ وہ تمام ملک کے لیے نمونۂ عمل بن سکے۔ اس لیے عرب کے ہر قبیلہ سے ایک جماعت آتی تھی اور آپؐ کی خدمت میں رہ کر دینی تعلیمات سے بہرہ ور ہوتی تھی۔

---

[۱] سورہ توبہ ع ۱۵

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"عرب کے ہر قبیلہ کا ایک گروہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانا اور آپؐ سے مذہبی امور دریافت کرتا تھا۔ داعیانِ اسلام جو مختلف علاقوں میں بھیجے جاتے تھے ان کو ہدایت کی جاتی تھی کہ لوگوں کو اس بات پر آمادہ کریں کہ وطن چھوڑ کر مدینہ آجائیں اور یہیں آکر بود و باش اختیار کریں۔ اس کا نام ہجرت تھا۔ اسی بنا پر عرب کے بہت سے خاندان تحصیل علم کے لیے اپنے گھروں سے ہجرت کر کے مدینہ چلے آئے تھے۔ حضرت ابو موسیٰؓ اشعری آئے تو اسّی شخصوں کو لے کر آئے اور مدینہ میں آباد ہوئے۔"

عہدِ نبویؐ کا نظامِ تعلیم

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عصر و عہد میں تعلیم و تدریس کے مختلف طریقے تھے۔ ایک طریقہ یہ تھا کہ باہر سے آنے والے کچھ عرصہ خدمتِ اقدس میں رہ کر عقائد اور فقہ کے ضروری مسائل سیکھ لیتے تھے اور اپنے قبائل میں واپس جا کر ان کو تعلیم دیتے تھے مثلاً مالکؓ بن حویرث نے مدینہ آکر بیس دن قیام کیا اور ضروری مسائل کی تعلیم حاصل کی۔ جب واپس جانے لگے تو آپؐ نے فرمایا:۔

"اپنے خاندان میں واپس جاؤ۔ ان میں رہ کر ان کو دینی مسائل سکھاؤ اور جس طرح مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے اسی طرح نماز پڑھو۔" [1]

اصحابِ صفہ

سالارِ رسل صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا طریقِ تدریس یہ تھا کہ لوگ مستقل طور پر آکر مدینہ میں سکونت پذیر ہوتے اور علمِ دین حاصل کرتے تھے۔ مسجدِ نبوی کا صحن جسے صفہ کہا جاتا تھا۔ ان کی درس گاہ تھی۔ اس میں زیادہ تر وہ لوگ قیام کرتے تھے جو تمام دنیوی تعلقات سے آزاد ہو کر شب و روز خدمتِ علم میں مصروف رہا کرتے تھے۔ مشکوٰۃ کتاب العلم میں روایت

---

[1] بخاری شریف

ہے کہ :۔

" ایک دفعہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے ۔ اس وقت مسجد میں دو حلقے تھے ۔ ایک حلقۂ ذکر ۔ دوسرا حلقۂ درس ۔ آپؐ حلقہ درس میں بیٹھ گئے اور فرمایا مجھے خدا نے معلم بنا کر بھیجا ہے "

ان طلاب علم کو قراء کہتے تھے ۔ قبیلہ عرینہ میں جو لوگ تبلیغ و تعلیم کے لیے گئے تھے اور کفار نے ان کو دھوکے سے شہید کر دیا تھا وہ اسی درس گاہ کے تربیت یافتہ تھے ۔

ارباب سیر نے لکھا ہے کہ :۔

" ان لوگوں میں سے جب کوئی شادی کر لیتا تھا تو اس جماعت سے نکل آتا تھا اور ان کے بجائے دوسرے لوگ شامل ہو جاتے تھے "

اصحاب صفہ صرف راہِ علم ہی کے جادہ پیما نہ تھے بلکہ میدانِ جہاد کے غازی بھی تھے ۔ چنانچہ وہ غزوات میں حصہ لیتے اور دادِ شجاعت دیتے تھے ۔

اصحابِ صفہ اگرچہ زر و مال سے بہرہ ور نہ تھے تاہم صبر و قناعت اور سکون و اطمینان سے ضرور مالا مال تھے ۔ فقر و افلاس کا یہ عالم تھا کہ کسی کے پاس ایک کپڑے سے زیادہ نہیں ہوتا تھا جس کو گردن سے باندھ کر گھٹنوں تک چھوڑ دیتے تھے ۔ وہ چادر اور تہبند دونوں کا کام دیتا تھا جفاکشی کی حد یہ تھی کہ جنگل میں جا کر لکڑیاں چن لاتے تھے اور ان کو فروخت کر کے آدھا خیرات کر دیتے تھے اور آدھا اپنے ہم مکتب بھائیوں کے ساتھ مل کر کھاتے تھے ۔ اس درس گاہ کے فاضل معلمین میں مشہور صاحب علم صحابی عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بھی تھے جن کو حضرت عمرؓ نے اپنے عہدِ خلافت میں قرآن و فقہ کی تعلیم کے لیے فلسطین بھیجا تھا ۔ بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ درس گاہ صفہ کے علاوہ اور بھی کوئی جگہ تھی جہاں اصحابِ صفہ رات کو تعلیم پاتے تھے ۔ مسندِ امام احمد بن حنبل رحمہ میں ہے :۔

" حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اصحابِ صفہ میں سے ستر شخص رات کو ایک معلم کے پاس جاتے تھے اور صبح تک درس میں مشغول رہتے تھے "[1]

---

[1] مسند احمد جلد ۳ ص ۱۳۰